۲۱ چچا چھکّن نے تیمارداری کی

امتیاز علی تاج

پہلی بات

اس تصویر میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک بچّہ بستر پر لیٹا ہوا ہے۔ پلنگ کے ایک طرف اس کی ماں بیٹھی ہے۔ اس کے ہاتھ میں دوا کی شیشی ہے۔ آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ماں اپنے بیمار بچے کو دوا پلا رہی ہے۔

بیمار بچوں کو وقت پر دوا دینا، دودھ، موسمبی کا رس پلانا، کپڑے بدلنا، بستر ٹھیک کرنا جیسے کام والدہ کے سوا اچھے طریقے سے کوئی نہیں کرسکتا۔ ان سارے کاموں کو ہم تیمارداری کہتے ہیں۔ سبق پڑھ کر اندازہ ہوجاتا ہے کہ تیمارداری آسان کام نہیں ہے۔ کچھ دیر کے لیے چچا چھکّن بھی تیمارداری کے لیے آجاتے ہیں۔ اس دوران اُن سے جو عجیب حرکتیں سرزد ہوتی ہیں انھیں بڑے دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ چچا اور چچی کے بیچ ہونے والی نوک جھونک بھی کافی دلچسپ ہے۔

جان پہچان

اس سبق کے مصنف امتیاز علی تاج ۱۳/ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ وہ اُردو کے معروف ادیب اور ڈراما نگار تھے۔ ان کا ڈراما 'انارکلی' اُردو میں کافی مشہور ہے۔ اپنی کتاب 'چچا چھکّن' میں انھوں نے چچا چھکّن کو مرکزی کردار بنا کر بہت سی پُر لطف کہانیاں لکھی ہیں۔ ان کا انتقال ۱۹/ اپریل ۱۹۷۰ء کو لاہور میں ہوا۔

اس سبق میں بچے کی بیماری، ماں کی محبت اور چچا چھکّن کی عجیب و غریب حرکتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

چچا چھکّن دل میں بخوبی جانتے ہیں کہ تیمارداری ان کے بس کا روگ نہیں لیکن طبیعت کے ہاتھوں ایسے ناچار ہیں کہ ذرا سی بات میں تاؤ کھا جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز آ گا پیچھا سوچے بغیر تیمارداری کے میدان میں جوہر دِکھانے پر آمادہ ہوگئے۔

بات یوں ہوئی کہ پچھلے دنوں للّو غریب کو نکلا موتی جھرا۔ شب برأت سے اگلے روز جو ہُلہُلا کر بخار چڑھا ہے تو اکّیس دن گزر گئے، ٹس سے مس نہ ہوا۔ گھر میں کام کرنے والی لے دے کے ایک چچی، وہ غریب کیا کیا کریں؟ ہنڈیا چولھا دیکھیں، بچّے سنبھالیں یا ہر وقت بیمار کی پٹّی سے لگی بیٹھی رہیں؟ میعادی بخار۔ تین ہفتے کی محنت نے ادھ موا کر ڈالا۔ اکیسویں دن سے آس لگائے بیٹھی تھیں کہ بخار ٹوٹ جائے گا لیکن اکیسواں دن بھی آیا اور صاف گزر گیا۔

چچی تیسرے پہر بیٹھی تولیے سے للّو کے جھانواں کر رہی تھیں کہ چچا نے امامی کے ہاتھ پان کی ڈبیا اندر بھیج دی۔ ساتھ ہی کہلا بھیجا، "خوب اچھّی طرح بھر دیں۔" چچی فکرمند تو بیٹھی ہی تھیں، بگڑ کر بولیں، "لے جا اُٹھا کے پاندان۔ بھرتے رہیں گے آپ ہی۔"

پاندان کے جواب میں چچا خود آ موجود ہوئے۔ "وہ پاندان بھیج دیا تم نے!"

چچی غصّہ کڑوے گھونٹ کی طرح پی گئیں۔ صرف اتنا کہا، "اور کیا بیمار کی چرپائی اُٹھوا کر بھیجتی!"

چچا کو اس کی شرح سمجھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ للّو سے مخاطب ہوگئے، "کیوں بے یار للّو! بڑے ٹھاٹھ سے جھانواں کروا رہے ہو اُستاد! اب یہ کہو تم اُٹھتے کب ہو؟"

چچی سے نہ رہا گیا۔ بولیں، ”جلدی اُٹھ بیٹھ بیٹے! ابا فکر کے مارے دُبلے ہوئے جا رہے ہیں۔“

اب اتنے کُھلے وار پر چپ رہنا بھلا چچا کے لیے کیسے ممکن تھا۔ بغیر سوچے سمجھے بولے، ”جائیے، آپ باورچی خانے میں تشریف لے جائیے۔ میں آپ کر لوں گا تیمار داری۔“

چچا کو کمزور حریف سمجھ کر چچی عام طور سے ایسی بات گول کر جایا کرتی ہیں لیکن اس وقت انھیں بھی نہ معلوم کیا ہوا۔ جیسی بیٹھی تھیں، ویسی ہی اُٹھ کھڑی ہوئیں اور جھانوے کا تولیا چچا کے ہاتھ میں پکڑا، سیدھی باورچی خانے کو چل دیں۔ اُن کے یوں اچانک اُٹھ کھڑے ہونے کی اُمید چچا کو بھی نہ تھی۔ حیران سے رہ گئے۔ ایک منٹ تو چپ چاپ تولیے کو دیکھتے رہے۔ للّو سے کہنے لگے، ”دیکھتا ہے ان کی باتیں؟ سمجھتی ہیں بس انھیں ہی آتی ہے تیمار داری، اور سب تو اپاہج ہیں۔“

امّاں کے چلے جانے سے للّو کچھ کبیدہ خاطر ہو گیا تھا۔ کروٹ لے کر پڑ رہا۔ چچا نے پوچھ لیا، ”کیوں بھئی، جھانواں کرتے رہیں؟“

للّو نے منہ سے کچھ نہ کہا، سر ہلا کر ہاں کر دی۔ چنانچہ چچا کے لیے اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ جھانواں کریں اور بغیر کسی کی امداد کے کریں۔ بولے، ”ہم آپ کریں گے اپنے بیٹے کے جھانواں۔ اور تم کرو ہم سے باتیں۔“

کچھ دیر بعد تیمار داری کا جوش کچھ سرد سا پڑ گیا۔ بڑی دیر تک منہ بنا بنا کر اپنا ہاتھ دباتے اور اُنگلیاں چٹخاتے رہے۔ حواس بجا ہوئے تو للّو کی طرف توجہ کی، ”سو گئے للّو؟ للّو بھیّا، اے للّو! او للوے، نیند آ گئی کیا؟ اچھا سو رہے ہو؟“

باہر چچی نے آواز سن لی۔ چھٹن کے ہاتھ کہلا بھیجا، ”سونے نہ دینا۔ دوا کا وقت ہے۔ سرہانے چھوٹی میز پر دوا کی شیشی رکھی ہے۔ ایک خوراک دے دو۔“

چچا دوا دینے کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شیشی ہاتھ میں لے کر لیبل پڑھا۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ ڈاڑھی کُھجلائی۔ پیٹ سہلایا۔ بے تاب تھے کہ کسی کو امداد کے لیے پکاریں لیکن آج کے دن کسی کی اِمداد لینا غیرت کو گوارا نہ تھا۔ مجبوراً خود ہی دوا دینے پر آمادہ ہوئے۔ شیشی رکھ دوا نکالنے کے لیے پیالی لائے۔ کاگ نکالا۔ پہلے تو شیشی کو دانتوں میں پکڑ کر کاگ کو پیالے میں اُنڈیلنے کی کوشش فرمائی۔ اس کے بعد لاحول کہہ کر کاگ میز پر رکھ دیا اور شیشی سے دوا اُنڈیلنی شروع کی۔ بُوند بُوند بھر نکالتے اور آنکھیں چندھیا چندھیا کر خوراک کا نشان دیکھ لیتے۔ ذرا سی دوا نکالنی باقی تھی کہ شیشی ذرا زیادہ اُنڈل گئی۔ ڈیڑھ خوراک نکل آئی۔

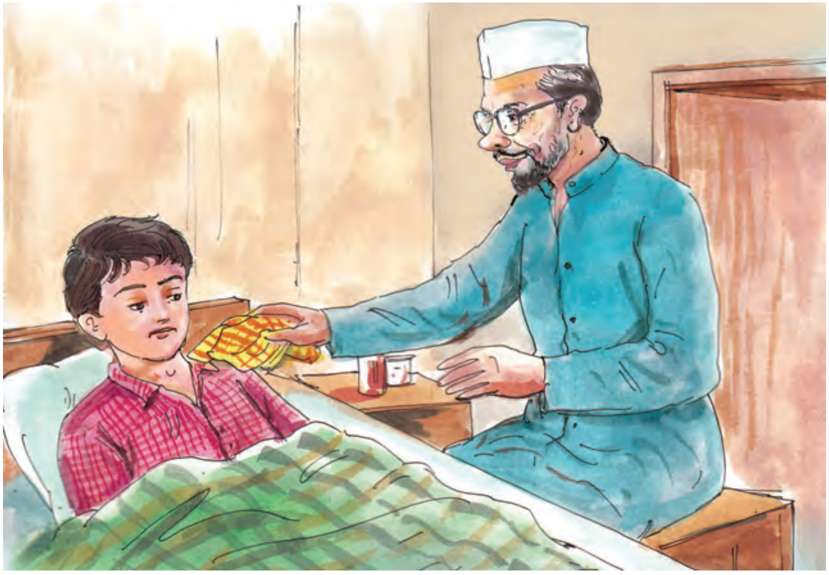

چچا نے پہلے تو پیالی ٹیڑھی کی کہ زائد خوراک گرا دیں۔ پھر خیال آیا کہیں ضرورت سے زیادہ دوا گر کر خوراک کی مقدار کم نہ ہو جائے۔ چنانچہ اِرادہ کیا کہ زائد دوا شیشی ہی میں ڈال کر اطمینان کر لیں۔ پیالی سے دوا شیشی میں اُنڈیلی۔

آپ جانیے، پیالی کے چونچ تو ہوتی نہیں کہ دوا سیدھی شیشی میں چلی جاتی۔ شیشی کے باہر بہہ کر نیچے گر پڑی۔ چچا نے ذرا دیر ہاتھ روک کر سوچا، اب کیا کریں؟ اس کے سوا چارہ نظر نہ آیا کہ پیالی میں جو دوا باقی رہ گئی تھی، وہ بھی شیشی ہی میں اُنڈیل دیں اور ازسرِنو ایک پوری خوراک نکالیں۔ چنانچہ یک لخت انڈیلی دوا شیشی میں تو ذرا سی گئی، باقی سب ہاتھ پر سے بہتی ہوئی فرش پر گر پڑی۔

چھٹن کے ہاتھ چچی نے انار کے دانے نکال کر بھیجے تھے۔ وہ غریب کھڑا دوا نکالنے کا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اُسے آ گئی ہنسی۔ سر پھیر کر لال پیلی آنکھوں سے اُسے گھورا۔ "بدتمیز کہیں کا۔ ہنستا کاہے پر! پیٹ پیٹ کر اُتو کر دوں گا۔"

ہاتھ پونچھ پانچھ چچا نے شیشی کو جو دیکھا تو دوا آدھے نشان تک تھی۔ آدھی اس ادلا بدلی میں ضائع ہو چکی تھی۔ اب کیا کریں۔ غور و خوض کے بعد طے کیا کہ بقیہ آدھی خوراک بھی ضائع کر دی جائے اور اس سے اگلی پوری خوراک نکالی جائے۔ چونکہ باقی خوراک مریض کو نہ دینی تھی بلکہ ضائع کرنی تھی اس لیے اسے احتیاط سے نکالنے کی ضرورت چچا کو نہ سوجھی۔ دروازے میں جا شیشی ذرا بے فکری سے اُلٹا دی۔

اب جو شیشی آنکھوں کے سامنے لا کر دیکھتے ہیں تو دوا پھر آدھے ہی نشان تک مگر اگلی خوراک سے اگلی خوراک کے۔ چچا جھنجھلا اُٹھے مگر کر کیا سکتے تھے۔ چھٹن کا قصور تو تھا نہیں کہ غل مچا مچا کر دل کی بھڑاس نکال لیتے۔ اگلی آدھی خوراک ضائع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ قصّہ مختصر، کوئی آدھ گھنٹا اور پانچ خوراکیں ضائع کرنے کے بعد چچا خاطر خواہ طور پر دوا نکالنے میں کامیاب ہوئے۔

للّو کی آنکھ لگ گئی تھی، اُسے جگایا۔ وہ ٹھنکتا ہوا جاگا۔ بچے کے ٹھنکنے اور رونے سے چچا کی تیمارداری پر حرف آتا تھا۔ دبی زبان میں اُسے چمکارا اور اس سے طرح طرح کے وعدے کیے۔ "ایک تو جناب! ہم نے تمھارے لیے ڈور کی پوری ریل منگوائی ہے۔ دوسرے گلشن سے کہا ہے کہ ایک درجن رنگ برنگ کی کنکیّاں بنا کر لائے۔ بس اِدھر تم اچھے ہوئے اور اُدھر پیچ لڑانے کا سامان ہوا۔"

چچا چار پائی پر چڑھے۔ سہارا دے کر للّو کو اُٹھایا۔ دوا دینے لگے تو خیال آیا کہ کلی کے لیے پانی تو لائے ہی نہیں۔ اسے پھر لٹا بھاگے بھاگے پانی لینے چلے گئے۔ پانی کی پیالی میز پر رکھ کر پھر چار پائی پر چڑھے، للّو کو اُٹھایا۔ سمجھا بجھا کر بہ ہزار دِقّت دوا پینے پر آمادہ کیا۔ اب جناب نے کیا تماشا کِیا کہ پانی کی پیالی تو اُس کے منہ سے لگا دی اور کلی کے لیے دوا کی پیالی ہاتھ میں تھام بیٹھ رہے۔ جب اس نے خود ہی ٹھنک کر بتایا کہ یہ تو پانی ہے تو آپ کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ ندامت تو کیا ہوتی "اوہو" کہہ کر پیالیاں بدل لیں اور دوا کی پیالی للّو کو دی۔

خالی پیالی اُس کے ہاتھ سے لے کر کلی کے لیے پانی دیا تو اب اُگالدان کا خیال آیا۔ گھبرا گھبرا کر اُگالدان لینے کو لپکے۔ بچّے کا سر دھڑ سے تکیے پر آ گرا۔ اِدھر دوا سے اس کا منہ کڑوا، اُدھر لگا سر کو دھچکا۔ زور زور سے رونے لگا۔ آپ کبھی اس کے آگے گلاس کرتے ہیں کبھی اُگالدان، کبھی انار کے دانے۔ مگر بیمار کی ضد، وہ کسی چیز کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا۔ "امّاں امّاں" کہہ کر روئے جا رہا ہے۔ چچا گھبرا گھبرا کر کبھی للّو کو دیکھتے ہیں، کبھی دروازے کو، کہ کہیں چچی نہ آ رہی ہوں۔ بچے کو کبھی لپٹاتے ہیں، کبھی منّتیں خوشامدیں کرتے ہیں مگر اس پر مُطلق اثر نہیں ہوتا۔ مجبوراً بلند آواز میں کہنا شروع کیا، "اب ہم نے تو دوا میں کڑواہٹ ملا نہیں دی۔ ایسی ہی ہوتی ہیں ان ڈاکٹروں کی دوائیں۔ ہمارا کوئی قصور ہو تو ہم ذمّے دار۔ یوں امّاں ہی کو بلانے کو جی چاہ رہا ہو تو تم جانو۔"

چچی باورچی خانے سے فارغ ہو کر چچا کے پانوں کی ڈبیا بھر رہی تھیں۔ وہیں سے بولیں، "آئی بچے آئی۔" اتنے میں چچی آئیں، للّو نے رو رو کر برا حال کر لیا۔ ہچکی بندھ گئی۔ چچا کے ہاتھ پاؤں الگ پھُول گئے۔ اب ان سے تسلّی بھی نہ دی جاتی تھی۔ الگ

کھڑے سراسیمہ نظروں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ منہ تک بات آتی تھی مگر نکل نہ سکتی تھی۔ دِلاسا دینے کو ہاتھ اُٹھانا چاہتے تھے مگر نہ اُٹھتا تھا۔ چچی آئیں تو ان کے حواس بجا ہوئے۔ بولے، ”آپ ہی آپ رونے لگا۔ بس دوا دی تھی۔“

چچی نے پان میز پر رکھ دیے اور ”میرا چاند، میرا لال!“ کہتی ہوئی لپک کر سرہانے بیٹھ گئیں۔ بچے کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور سہلانے لگیں۔ بچے کو ذرا سکون ہوا تو چچا پان کی طرف متوجّہ ہوئے۔ پان کھاتے ہوئے اپنے آپ سے کہنے لگے، ”رٹ ہی ماں کی لگ جائے تو تیماردار غریب کیا کرے۔“

چچی نے للّو کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا تو ٹھنڈا ٹھنڈا تھا۔ ہاتھ دیکھے تو وہ بھی ٹھنڈے۔ بولیں، ”اے ہے! اسے تو ضعف کا دورہ پڑ گیا، پنڈا ٹھنڈا پڑا جا رہا ہے۔ رنگت بھی تو پیلی پڑ گئی ہے۔ ارے کوئی دودھ لاؤ، دودھ! پیچھے چولھے پر رکھا ہے۔ بالائی ہٹا کر لانا۔“

تیمارداری سے ابھی چچا کا باضابطہ چھٹکارا تو ہوا نہ تھا۔ پیالی اُٹھا، خود دودھ لینے روانہ ہوگئے۔ باورچی خانے میں ماما آٹا گوندھ رہی تھی۔ دودھ نکالنے کو اُٹھنے لگی۔ چچا کے منہ میں تھی پیک، ”اوں ہوں، اوں ہوں“ کرکے اسے روک دیا۔ دودھ جوش پر آ کر ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ اُس پر آ گئی تھی بالائی۔ چچی نے کہا تھا کہ بالائی اُتار کر لانا۔ بالائی ہٹانے کو ایک پھونک جو مارتے ہیں تو پان کی ساری پیک دیگچی میں۔ دودھ کی اچھی خاصی چائے بن گئی۔

اب چچا کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ کبھی دیگچی کو دیکھیں، کبھی کھوئے کھوئے اِدھر اُدھر دیکھیں۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا قصور کس کا ہے! ایک مرتبہ دیگچی نیچے رکھ دی، پھر اُٹھائی۔ دودھ کو غور سے دیکھا۔ پھر نیچے رکھ دی۔ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بیمار کے کمرے کی طرف چلے۔ پھر باورچی خانے میں دیگچی کے قریب آ کھڑے ہوئے اور ٹھوڑی کھجانے لگے۔ آخر سب کچھ چھوڑ چھاڑ باہر اپنے کمرے میں چلے گئے اور اندر سے چٹخنی لگا لی۔ ایک منٹ بعد باہر نکلے اور دودھ کی دیگچی اُٹھا، پھر اندر گھُس گئے۔

اس واقعے سے گھر میں جو تکدّر پیدا ہوا تھا، وہ للّو کی صحت یابی سے پہلے رفع نہ ہوسکا۔

معنی و اشارات

تاؤ کھانا	غصّے میں آنا	کبیدہ خاطر	رنجیدہ دل، غمگین، دُکھی
تیمارداری	بیمار کی دیکھ بھال	کاگ	ڈاٹ (کارک)
موتی جھرا	خسرہ، چیچک کی قسم کی ایک بیماری	یک لخت	فوراً، یکایک
تُلمُلا کر بخار چڑھنا	کپکپی کے ساتھ تیز بخار آنا	اُلّو کرنا	بہت مارنا
شرح	مطلب	بہ ہزار دِقّت	بڑی مشکل سے
عیادت	بیمار کی مزاج پُرسی	ندامت	شرمندگی
جھانواں کرنا	کسی کھُردری چیز سے سہلانا	حرف آنا	الزام آنا
حریف	دشمن، جس سے مقابلہ ہو	سراسیمہ نظروں سے	ڈری ہوئی نظروں سے

ضعف	-	کمزوری	تکدّر	-	رنجیدگی، یہاں مراد ہے تناؤ
پِنڈا	-	جسم	رفع ہونا	-	دور ہونا

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ کتاب 'چچا چھکّن' کیوں مشہور ہے؟
۲۔ للّو کس وجہ سے بیمار پڑ گیا؟
۳۔ چچا چھکن تیمارداری پر کیوں مجبور ہو گئے؟
۴۔ چچی نے کیوں کہلا بھیجا کہ للو کو سونے نہ دیا جائے؟
۵۔ چھٹن کیوں ہنس پڑا؟

وسعت میرے بیان کی

درج ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے :

۱۔ چچا کو کمزور حریف سمجھ کر چچی عام طور سے ایسی باتیں گول کر جایا کرتی ہیں۔
۲۔ بچے کے ٹھنکنے اور رونے سے چچا کی تیمارداری پر حرف آتا تھا۔
۳۔ چچا کے ہاتھ پاؤں الگ پھؤل گئے۔
۴۔ دودھ کی اچھی خاصی چائے بن گئی۔

ذیل میں اس سبق کے محاورے دیے گئے ہیں۔ان محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :

تاؤ کھانا ، جوہر دِکھانا ، ادھ موا کرنا ، فکر کے مارے دُبلا ہونا ، باتیں گول کر جانا ،
حواس بجا ہونا ، چارہ نظر نہ آنا ، ہاتھ پاؤں پھولنا ، بھڑاس نکالنا ، ٹس سے مس نہ ہونا

غور کر کے بتائیے

۱۔ چچا دودھ کی دیگچی اُٹھا کر اپنے کمرے میں کیوں گھس گئے؟
۲۔ سب سے زیادہ پریشان کون ہوا؛ للّو، چچی، چچا چھکن؟ اپنے جواب کی وجہ بھی بتائیے۔

ذیل کے الفاظ کے لیے مناسب متبادل منتخب کیجیے۔حسبِ ضرورت اپنے استاد/سرپرست کی مدد لیجیے۔

۱۔ حکیم الامت :
(الف) پیشہ کے اعتبار سے حکیم یا ڈاکٹر (ب) قوم کو حکمت و دانائی کی باتیں بتانے والا (ج) قوم کا سردار
۲۔ تعزیت :
(الف) کسی کے انتقال پر اس کے رشتہ داروں کو تسلی دینا (ب) بیمار کا حال پوچھنا (ج) مذہبی جلوس
۳۔ اللہ کو پیارا ہونا : (الف) اللہ کا پسندیدہ بندہ ہونا (ب) اللہ سے محبت کرنا (ج) انتقال کر جانا
۴۔ شہرِ خموشاں : (الف) قبرستان (ب) ڈراما ہال (ج) ویران شہر

بات سے بات چلے

چچا چھکن کے بارے میں گروہ میں بات چیت کیجیے۔ ہر طالب علم بتائے کہ اسے چچا چھکن کی کون سی بات بہت عجیب لگی۔

سرگرمی/ منصوبہ :

اپنے استاد/ سرپرست سے معلوم کرکے پانچ مزاح نگاروں کے نام لکھیے۔

آئیے، زبان سیکھیں

اعراب :

تشدید، تنوین، جزم

ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے: ابّا ، رسّی ، لٹّو ، چکّی ۔ انھیں بولتے یا پڑھتے ہوئے لفظ 'ابا' میں دو مرتبہ 'ب' کی آواز، رسّی میں دو مرتبہ 'س' کی آواز، لٹو میں دو مرتبہ 'ٹ' کی آواز، چکی میں دو مرتبہ 'ک' کی آواز ادا کی جاتی ہے لیکن لکھتے وقت ان آوازوں کو دو بار نہیں لکھا جاتا بلکہ ان پر ' ّ ' یہ علامت لگا دیتے ہیں۔ اس علامت کو 'تشدید' کہتے ہیں۔

ایسے دس الفاظ لکھیے جن پر تشدید لگائی جاتی ہے۔

اب ان الفاظ کو بلند آواز سے پڑھیے: فوراً، قصداً، نسلاً بعد نسلٍ، نورٌ علیٰ نور۔ یاد رکھیے ان لفظوں پر دو زبر، دو زیر اور دو پیش لگانے کی وجہ سے نشان لگائے ہوئے حروف کے بعد 'ن' کی آواز ادا کی جاتی ہے یعنی 'فورَن'، 'قصدَن'، 'نسلَن بعد نسلِن'، 'نورُن علیٰ نور'۔

دو زبر، دو زیر اور دو پیش کی نشانیوں کو ' ً ' 'تنوین' کہتے ہیں۔ اُردو میں زیادہ تر دو زبر کی تنوین استعمال کی جاتی ہے۔

- ایسے ہی تین الفاظ تلاش کرکے لکھیے۔

جَزْم : آپ پڑھ چکے ہیں کہ لفظوں میں حروفِ علت (ا- و- ی) کے علاوہ اعراب (زبر، زیر، پیش) کی علامتیں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ جیسے الفاظ 'رَس'، 'دِن'، 'بُت' میں پہلی آوازیں۔ انھیں لفظوں کی دوسری آوازوں یعنی حروف پر کوئی حرکت (زبر، زیر، پیش) نہیں پائی جاتی اس لیے یہ آوازیں ساکن ہیں۔ ساکن حرف پر ' ْ ' جَزْم علامت لگاتے ہیں۔ رَسْ، دِنْ، بُتْ، رَحمتْ، لڑکپن، محمود لفظوں میں ' ْ ' نشان لگائے گئے حروف ساکن ہیں۔ اُردو میں لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے لیکن اس پر جزم کی علامت نہیں لگائی جاتی۔

- دیے گئے لفظوں پر جزم لگائیے:

الفاظ، گرد، دشوار، قسمت

مزید ادبی مطالعے اور معلومات کے لیے ان ویب سائٹس کا استعمال کیجیے۔

- http://www.deoband.net
- http://www.ranker.com
- http://aiourdubooks.net
- http://www.bbc.com/urdu

۲۲ مرزا غالبؔ کے خطوط

پہلی بات

'خط' دُور دراز مقام پر رہنے والے دوستوں، رشتے داروں کے حالات معلوم کرنے اور اپنے حالات سے انھیں باخبر کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ خط لکھنے کا طریقہ قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ اُس وقت خط کبوتروں کے ذریعے بھیجے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ خط پہنچانے کا ایک نظام قائم ہوا اور گھوڑوں، اونٹوں پر خطوط بھیجے جانے لگے۔ پھر موٹروں، ریلوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعے ڈاک پہنچانے کا انتظام ہوا۔ حالات سے بہت جلد واقف کرانے کے لیے تار کے ذریعے پیغام بھیجنے کی مشین ایجاد ہوئی تو چار دن کی خبر ایک دو دن میں ملنے لگی۔ خط لکھنے کے ساتھ دُور دراز کے رشتے داروں سے باتیں کرنے اور حالات دریافت کرنے کے لیے ٹیلی فون ایجاد ہوا اور آج موبائل کے ذریعے ہم اپنے دوستوں اور رشتے داروں سے براہِ راست گفتگو کرتے ہیں۔ اس لیے اب خط نویسی کا رواج کم ہو گیا ہے۔

جان پہچان

مرزا اسداللہ خاں غالبؔ ۲۷؍دسمبر ۱۷۹۷ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار اُردو کے عظیم شعرا میں کیا جاتا ہے۔ وہ مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفرؔ کے درباری شاعر اور استاد تھے۔ غالبؔ کی شاعری کو عام طور پر بہت مشکل سمجھا جاتا ہے لیکن اُردو میں جو خطوط اُنھوں نے اپنے دوستوں اور شاگردوں کو لکھے ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ وہ نثر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ 'عودِ ہندی' اور 'اُردوئے معلّیٰ' کے نام سے اُن کے اُردو خطوط شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۵؍فروری ۱۸۶۹ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا۔

اُردو میں مرزا غالبؔ نے جو خطوط لکھے ہیں، وہ اپنے آپ میں بالکل مختلف ہیں۔ ان کے خط لکھنے کا انداز ایسا تھا گویا دو شخص ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوں۔

ذیل میں ان کے تین خطوط کے نمونے پیش کیے جا رہے ہیں جو مرزا غالبؔ نے اپنے شاگرد کے نام لکھا ہے۔

(۱)

منشی نبی بخش حقیرؔ کے نام

بھائی صاحب!

مینہ کا یہ عالم ہے کہ جدھر دیکھیے، اُدھر دریا ہے۔ آفتاب کا نظر آنا، برق کا چمکنا ہے یعنی گاہے دِکھائی دے جاتا ہے۔ شہر میں

مکان بہت گرتے ہیں۔ اس وقت بھی مینہ برس رہا ہے۔ خط لکھتا تو ہوں مگر دیکھیے ڈاک گھر کب جاوے۔ کہار کو کمّل اُڑھا کر بھیج دوں گا۔

آم اب کے سال ایسے تباہ ہیں کہ اگر بہ مثل کوئی شخص درخت پر چڑھے اور ٹہنی سے توڑ کر وہیں بیٹھ کر کھائے تو بھی سڑا ہوا اور گلا ہوا پائے۔

یہ تو سب کچھ ہے مگر تم کو تفتہ کی بھی کچھ خبر ہے۔ پتمبر سنگھ اس کا لاڈلا بیٹا مر گیا۔ ہائے، اس غریب کے دل پر کیا گزری ہوگی!

تم اب خط لکھنے میں بہت دیر کرتے ہو۔ آٹھویں دن اگر ایک خط لکھتے رہو تو ایسا کیا مشکل ہے۔

یہاں دونوں لڑکے اچھی طرح ہیں۔ اب وہاں کے لڑکوں کی خیر و عافیت لکھیے۔

پنج شنبہ، ۲۶؍جولائی ۱۸۵۵ء　　　　اسدؔ

(۲)

ہرگوپال تفتہؔ کے نام

کیوں صاحب! روٹھے ہی رہوگے، یا کبھی منوگے بھی؟ اور اگر کسی طرح نہیں منتے ہو تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو۔ میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے سہارے جیتا ہوں یعنی جس کا خط آیا، میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہ آ رہتے ہوں۔ بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو، میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن اُن کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے۔ یہ کیا سبب؟ دس دس بارہ بارہ دن سے تمھارا خط نہیں آیا یعنی تم نہیں آئے۔ خط لکھو صاحب! نہ لکھنے کی وجہ لکھو۔ آدھ آنے میں بُخل نہ کرو۔ ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو۔

سوموار، ۲۷؍دسمبر ۱۸۵۸ء　　　　غالبؔ

(۳)

میر مہدی مجروحؔ کے نام

بھائی!

کیا پوچھتے ہو، کیا لکھوں؟ دلّی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر تھی۔ قلعہ، چاندنی چوک، ہر روز بازار جامع مسجد کا، ہر ہفتے سیر جمنا کے پل کی، ہر سال میلہ پھوٗل والوں کا، یہ پانچوں باتیں اب نہیں رہیں۔ کہو، دلّی کہاں؟ ہاں کوئی شہر قلمروِ ہند میں اس نام کا تھا۔

تم آتے ہو، چلے آؤ۔ جاں نثار خاں کے چھتے کی سڑک، خان چند کے کوچے کی سڑک دیکھ جاؤ۔ بلاقی بیگم کے کوچے کا ڈھینا، جامع مسجد کے گرد ستّر ستّر گز گول میدانی کا نکلنا سن جاؤ، غالبؔ افسردہ کو دیکھ کر چلے جاؤ۔

میر اشرف علی کو دعا۔ میر نصیر الدّین کو دعا۔ میر فضل علی کو دعا۔

۲؍دسمبر سالِ حال (۱۸۵۹ء)　　　　غالبؔ

معنی واشارات

گاہے	کبھی کبھی	بیرنگ (خط)	وہ خط جس پر پوسٹ کے ٹکٹ نہ لگائے گئے ہوں اور خط پانے والا اس کے پیسے ادا کرے (bearing)
کہار	ملازم	ہستی	وجود
کمّل	کمبل	پھول والوں کا میلہ	دلّی میں جمنا کے کنارے لگنے والا میلہ
پنج شنبہ	جمعرات	قلم روِ ہند	ہندوستان کی حکومت
اطراف وجوانب	آس پاس	ڈھینا	گر جانا
ہرکارہ	ڈاکیا، پوسٹ مین	افسردہ	غمگین، دُکھی
دل لگی	لطف، مزہ		
بخل	کنجوسی		

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ مرزا غالبؔ کے خطوط کے مجموعے کس نام سے شائع ہوئے ہیں؟

۲۔ تار مشین کس کام آتی تھی؟

۳۔ آج ہم حالات جاننے کے لیے خط کی بجائے کس چیز کا استعمال کرتے ہیں؟

۴۔ غالبؔ کے نزدیک خطوں کی بڑی اہمیت تھی۔ سبق سے اس مفہوم کا جملہ تلاش کرکے لکھیے۔

۵۔ غالبؔ کو روزانہ کتنے خط آتے تھے؟

۶۔ خط کون لاتا ہے؟

۷۔ غالبؔ نے کون سی سڑکوں کے نام لکھے ہیں؟

۸۔ کون سا کوچہ ڈھے گیا تھا؟

مختصر جواب لکھیے:

۱۔ مرزا غالبؔ نے آموں کے بارے میں کیا لکھا ہے؟

۲۔ دلّی کی ہستی کن ہنگاموں پر منحصر تھی؟

۳۔ 'جس کا خط آیا میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔' اس جملے کی وضاحت کیجیے۔

۴۔ غالبؔ نے اپنے تینوں خطوط کس کس کے نام لکھے ہیں۔

۵۔ غالبؔ نے اپنے خط میں بارش کے بارے میں کیا لکھا ہے؟

۶۔ غالبؔ نے دلّی کے اُجڑنے کا کیسا نقشہ کھینچا ہے؟

۷۔ غالبؔ کے خطوط کی خصوصیات بیان کیجیے۔

۸۔ غالبؔ نے دلّی کے مختلف مقامات کے نام لکھے ہیں۔ ان کی فہرست بنائیے۔

متضاد الفاظ کی جوڑیاں لگائیے۔

۱۔ روٹھنا	فیاضی
۲۔ مراسلہ	دل لگی
۳۔ بخل	منانا
۴۔ سنجیدگی	مکالمہ

غالبؔ کی تحریر کا نمونہ

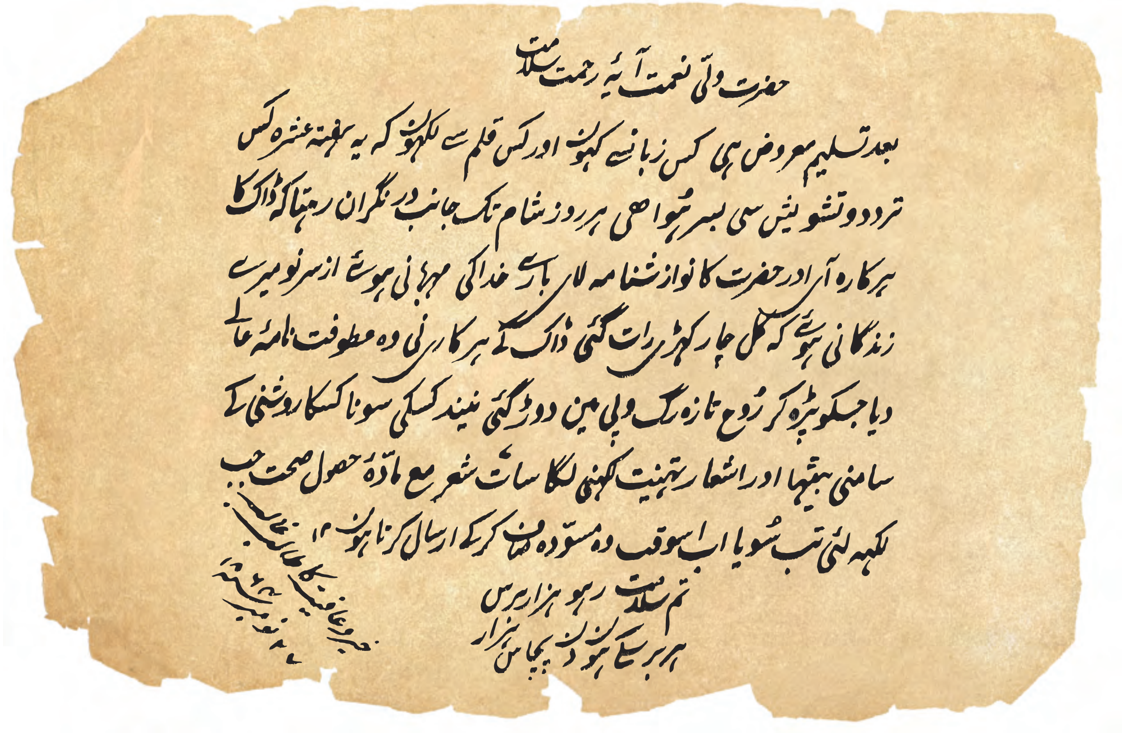

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت ! سلامت۔

بعد تسلیم معروض ہے۔ کس زبان سے کہوں اور کس قلم سے لکھوں کہ یہ ہفتۂ عشرہ کس تردّد و تشویش سے بسر ہوا ہے۔ ہر روز شام تک جانبِ در نگراں رہتا کہ ڈاک کا ہرکارہ آئے اور حضرت کا نوازش نامہ لائے۔ بارے، خدا کی مہربانی ہوئی۔ از سرِ نو میری زندگانی ہوئی کہ کل چار گھڑی رات گئے ڈاک کے ہرکارے نے وہ عطوفت نامۂ عالی دیا جس کو پڑھ کر روحِ تازہ رگ و پے میں دوڑ گئی۔ نیند کس کی، سونا کس کا، روشنی کے سامنے بیٹھا اور اشعارِ تہنیت لکھنے لگا۔ سات شعر مع مادۂ حصولِ صحت جب لکھ لیے، تب سویا۔ اس وقت وہ مسودہ صاف کر کے ارسال کرتا ہوں۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

۲۷ نومبر ۱۸۶۴ء

خیر و عافیت کا طالب غالبؔ

زورِ قلم

اپنے دوست/سہیلی کو سادہ زبان میں خط لکھیے۔

خود آموزی

استاد اور سرپرستوں کی مدد سے غالبؔ کے دیگر خطوط تلاش کر کے جماعت میں اجتماعی طور پر پڑھیے۔

آئیے، زبان سیکھیں

نونِ غنہ/نونِ وصلی

ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے: لوگوں، جادوگروں، بچوں، نگاہیں، روشنیاں، جائیں، ہوں، یہاں

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ان لفظوں کی آخری آواز ناک سے نکلتی ہے۔ ایسی آواز کو غُنّائی آواز کہتے ہیں اور جس حرف سے اسے لکھتے ہیں وہ 'نونِ غنہ' کہلاتا ہے۔ اسے نقطے کے بغیر نون 'ں' لکھتے ہیں۔

- اب ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے:

جھانک، اونٹ، پھینک، سینگ، دانت، ہنسی

ان لفظوں میں غنائی آواز لفظ کے بیچ سنائی دیتی ہے۔ ایسے لفظوں کو لکھتے وقت 'ن' تو لکھا جاتا ہے مگر اس پر ' ٘ ' یہ علامت بناتے ہیں جیسے مانگ، چھینک، پھونک، سانپ وغیرہ

- سبق 'چچا چھکن نے تیمارداری کی' سے نونِ غنہ والے دس الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

ذیل کے لفظوں میں بھی نون پوری طرح بولا یا پڑھا نہیں جاتا ہے۔

پتنگ، رنج، بلند

ان الفاظ میں نون کی آواز 'ن' کے بعد آنے والے حرف کی آواز سے مل جاتی ہے۔ ایسے نون کو 'نونِ وصلی' کہا جاتا ہے۔ اس پر بھی ' ٘ ' یہ نشان لگانا چاہیے۔

- سبق 'گھڑی' سے نونِ وصلی والے دس الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

اضافی معلومات

ذیل کے جملے پڑھیے اور خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے:

۱۔ اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دیا جائے، نہ سہی۔

۲۔ جملوں کی صحیح جوڑیاں تلاش کیجیے۔

۳۔ گلی میں فقیر صدا لگا رہا ہے۔

۴۔ فقیر نے دعا دی، سدا خوش رہو۔

۵۔ صورت سے تو آدمی شریف دِکھائی دیتا ہے۔

۶۔ سورت گجرات کا مشہور شہر ہے۔

مندرجہ بالا جملوں میں 'سہی-صحیح'، 'صدا-سدا'، 'صورت-سورت' کا اُردو تلفّظ ایک جیسا ہے مگر ان کے املا اور معنی میں فرق ہے۔ لغت میں آپ کو اس قسم کے بہت سارے الفاظ مل جائیں گے۔ جیسے چارا-چارہ، سینا-سینہ، ہمزہ-حمزہ، زن-ظن، وغیرہ۔ تعلیمی تاش کھیلتے وقت آپ بہ آسانی ایسے الفاظ بنا کر اپنے نمبرات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

ہندوستاں ہمارا

حفیظؔ جالندھری

پہلی بات

ہم جس ملک میں رہتے ہیں، وہی ہمارا وطن ہے۔ وطن سے محبت ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ جس چیز سے آدمی کو محبت ہو جاتی ہے، وہ اس کی تعریف کرتا ہے۔ ہم بھارت کی تعریف اسی وجہ سے کرتے ہیں کہ ہمیں اپنا ملک پیارا ہے۔

آپ روزانہ اسکول میں دعا کے بعد راشٹر گیت پڑھتے ہیں۔ اس میں بھی ہمارے ملک کی تعریف کی گئی ہے۔ اس گیت کو بنگالی زبان میں رابندر ناتھ ٹیگور نے لکھا تھا۔ اُردو کے مشہور شاعر اقبالؔ نے بھی قومی ترانہ لکھا ہے، جو آج تک لوگوں کی زبانوں پر ہے اور نہایت ترنم کے ساتھ اسے گایا جاتا ہے۔

جان پہچان

حفیظؔ جالندھری ۱۴؍جنوری ۱۹۰۰ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی شمس الدین حافظِ قرآن تھے۔ حفیظؔ نے بھی اپنے والد کی طرح پہلے قرآن کو حفظ کیا، بعد میں انھوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی۔ انھیں بچپن ہی سے شعر و شاعری کا شوق تھا۔ انھوں نے غزلیں، نظمیں اور گیت بھی لکھے لیکن 'شاہنامۂ اسلام' نے ان کی شہرت میں اضافہ کیا۔ یہ ایک طویل نظم ہے اور اس میں اسلامی تاریخ کو منظوم کیا گیا ہے۔ حفیظؔ جالندھری کا انتقال ۲۱؍دسمبر ۱۹۸۲ء کو لاہور میں ہوا۔ ان کی مشہور کتابیں 'نغمہ زار'، 'سوز و ساز'، 'تلخابۂ شیریں' وغیرہ ہیں۔

اس آسماں کے نیچے — ایسی زمیں نہیں ہے
ہر ملک میں ہے خوبی — لیکن کہیں کہیں ہے
ہندوستاں کے اندر
جو چیز ہے، حسیں ہے

کہتی ہے ساری دنیا — جنّت نشان اس کو
حسرت سے دیکھتا ہے — سارا جہان اس کو
سارے جہاں کا پیارا
ہندوستاں ہمارا

اس سرزمیں کے ذرّے — خورشید سے ہیں بڑھ کر
پتّھر ہیں اس کے ہیرے — مٹّی ہے اس کی پُر زر
اور موتیوں بھرے ہیں
اس کے سبھی سمندر

ہر چیز خوشنما ہے — ہر چیز خوبصورت
ہندوستان کیا ہے — اللہ کی ہے قدرت
قدرت نے ہے سنوارا
ہندوستاں ہمارا

پھل اس میں رس بھرے ہیں　　اور پھول پیارے پیارے
یہ پھول پھل خدا نے　　جنّت سے ہیں اُتارے
چھپ چھپ کے دیکھتے ہیں
ان سب کو چاند تارے
اس باغ کے پرندے　　کیا چہچہا رہے ہیں
سو شکر کررہے ہیں　　یہ گیت گا رہے ہیں
ہندوستاں　　ہمارا
ہندوستاں　　ہمارا

خلاصۂ کلام

ہمارا ہندوستان سارے جہاں سے اچھا ہے۔ اس کی ہر چیز خوبصورت ہے اس لیے ساری دنیا اسے زمین کی جنت کہتی ہے۔ یہاں جو پھل پیدا ہوتے ہیں وہ بہت میٹھے اور رس بھرے ہوتے ہیں۔ اس کی زمین نہایت زرخیز ہے۔ یہاں کے سمندروں سے موتی نکلتے ہیں۔ یہ تمام قدرت کے کرشمے ہیں۔ یہاں کے باغوں میں چہچہانے والے پرندے گویا اللہ کا شکر ادا کررہے ہیں۔

معنی و اشارات

- جنّت نشان — جنّت کے جیسا
- حسرت سے دیکھنا — (کسی چیز کے نہ ملنے کا) افسوس کرنا
- پُرزر — سونے سے بھرا ہوا
- خوشنُما — خوب صورت دِکھائی دینے والا

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ حفیؔظ جالندھری کی طویل نظم کا نام لکھیے۔
۲۔ ہمارے ملک کے ذرّے ذرّے کو شاعر نے کیا کہا ہے؟
۳۔ ہندوستان کے سمندر کیسے ہیں؟
۴۔ ہندوستان کے پھول پھل کو چھپ چھپ کر کون دیکھتا ہے؟

مختصر جواب لکھیے:

ہندوستان کی سرزمین کی خوبیاں بیان کیجیے۔

وسعت میرے بیان کی

ذیل کے بند کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

اس سرزمیں کے ذرّے　　خورشید سے ہیں بڑھ کر
پتھر ہیں اس کے ہیرے　　مٹّی ہے اس کی پُر زر
اور موتیوں بھرے ہیں
اس کے سبھی سمندر

غور کرکے بتائیے

ساری دنیا ہندوستان کو جنّت نشان کیوں کہتی ہے؟

درج ذیل فقروں میں سے صفت اور موصوف پہچان کر انھیں جدول بنا کر علیٰحدہ علیٰحدہ لکھیے۔

جنت نشان ہندوستان ، پُر زر مٹّی ، موتی بھرے سمندر ، رس بھرے پھل

نظم خوانی

اس نظم کو جماعت میں ترنم سے پڑھیے۔

تلاش و جستجو

اسی قسم کا کوئی اور قومی/ وطنی ترانہ تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

اضافی معلومات

'پرم ویر چکر' بھارت کا سب سے بڑا فوجی اعزاز ہے۔ بری، بحری اور خلائی فوج کے سپاہیوں کو انتہائی غیر معمولی بہادری کا مظاہرہ کرنے پر یا اپنی جان کی قربانی پیش کرنے پر یہ اعزاز تفویض کیا جاتا ہے۔ اس اعزاز سے اب تک صرف اکیس افراد کو نوازا گیا ہے۔ ان میں سے چودہ کو یہ اعزاز بعد از مرگ دیا گیا۔

سرگرمی / منصوبہ:

پرم ویر چکر پانے والوں کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔ اس کے لیے انٹرنیٹ پر مختلف سائٹس دستیاب ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے: www.paramvirchakra.com

۲۴ بند دروازے

واجدہ تبسّم

پہلی بات

سبق شروع کرنے سے پہلے آیئے ہم علّامہ اقبالؔ کی یہ نظم پڑھیں:

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ   وہ باغ کی بہاریں ، وہ سب کا چہچہانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی   اپنی خوشی سے آنا ، اپنی خوشی سے جانا
کیا بدنصیب ہوں میں ، گھر کو ترس رہا ہوں   ساتھی تو ہیں وطن میں ، میں قید میں پڑا ہوں
آئی بہار ، کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں   میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں

آزاد مجھ کو کردے ، او قید کرنے والے
میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے

بعض لوگ گھر کی رونق بڑھانے کے لیے پرندوں کو پنجروں میں قید کر دیتے ہیں مثلاً طوطا، مینا جیسے پرندے جو ہمارے ساتھ رہ کر ہماری باتیں بھی سیکھ لیتے ہیں۔ انھیں پنجرے میں بند کر دینا ہمیں اچھا لگتا ہے مگر کیا قید کیا ہوا پرندہ ہمارے گھر میں خوش رہ سکتا ہے؟

’بند دروازے‘ ایک ایسی ہی کہانی ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ پرندوں کو پنجروں میں قید کر کے رکھنا اُن پر ظلم ہے۔

جان پہچان

یہ کہانی مشہور ادیبہ واجدہ تبسم نے لکھی ہے جو ۱۶/ مارچ ۱۹۳۵ء کو امراوتی میں پیدا ہوئیں۔ حیدر آباد کے ماحول میں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ ناگپور یونیورسٹی سے انھوں نے اُردو میں ایم.اے کیا تھا۔ اپنے شوہر کے ساتھ وہ ممبئی میں رہیں اور وہیں ۷/ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ان کا انتقال ہوا۔ ان کے افسانوں کے تقریباً پندرہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں ’آیا بسنت سکھی‘، ’شہرِ ممنوع‘ اور ’پھول کھلتے ہیں‘ مشہور ہیں۔ بچوں کے لیے انھوں نے ’بند دروازے‘ نامی کتاب بھی لکھی ہے۔

ممّی کچن میں مصروف تھیں۔ باہر بچوں نے قیامت مچا رکھی تھی۔ ایک دو بار انھوں نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا لیکن کچھ پلّے نہ پڑا۔ بس ایسا لگتا تھا کہ پچھواڑے کوئی میلہ لگا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں دھڑ دھڑ کرتے سارے بچّے کچن میں گُھسے چلے آئے۔ آگے جاوید میاں تھے۔ اُن کے ہاتھ میں ایک پنجرہ تھا۔

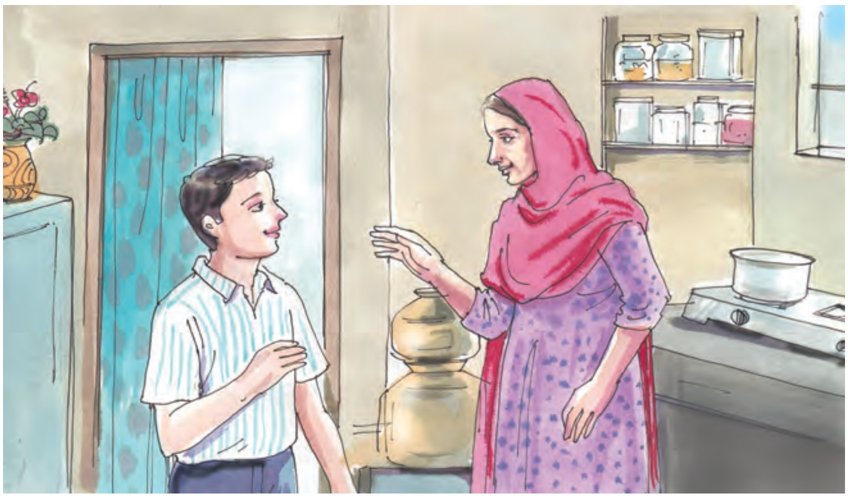

”ممّی ..... ممّی! پلیز چھے روپے ....“ پھُولی ہوئی سانسوں کے درمیان جاوید میاں بڑے زور زور سے کہہ رہے تھے۔ ممّی کچھ نہ سمجھ کر، ذرا جھلّا کر بولیں، ”پہلے سانس تو ٹھیک کرلو۔ آخر ماجرا کیا ہے؟“

جاوید میاں ذرا سنبھل کر بولے، ”ممّی ..... ممّی وہ ہم نے نا، وہ ہم

نے .... وہ مٹّھو بیچنے والا آیا نا، تو اس سے چھے روپے میں ایک مٹھو خریدا ہے۔ ممّی اتنی پیاری باتیں کرتا ہے کہ بس ..... وہ مٹّھو والے نے پوچھا ناممّی کہ میاں مٹّھو تمھارا نام کیا ہے؟ تو ممّی.... انسانوں کی طرح بولنے لگا، ''میرا نام میاں مٹّھو ہے۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ مجھے روٹی دو۔'' اور مارے جوش کے جاوید میاں اُچھلنے لگے۔

ممّی نے بڑی اُداس نگاہوں سے پنجرے کو دیکھا۔ اس میں ایک بے بس اور تنہا جان، ہجوم کے شور سے سہمی سہمی کونے سے لگی بیٹھی تھی۔ وہ بولیں، ''نا بیٹا نا.... ویسے چھے روپے کوئی بڑی بات نہیں لیکن خدا کے لیے ایک آزاد جان کو قیدی نہ بناؤ۔''

''ارے ممّی آپ بھی کمال کرتی ہیں! اس میں آزادی اور قید کی کیا بات ہے؟ مزے سے کھائے پیے گا۔ عیش کرے گا۔ جسے کھانے پینے کو ملے، اسے آزادی اور قید سے کیا سروکار؟''

''ننھے! تم ابھی اتنے چھوٹے ہو کہ اتنی گہرائی تک پہنچ بھی نہیں سکتے کہ آزادی کیا ہے اور قید کیا....''

ممّی تھیں کہ پگھلنے کا نام نہ لیتی تھیں۔ مجبور ہوکر جاوید میاں نے رونا شروع کر دیا جیسا کہ وہ ایسے موقعوں پر کیا کرتے تھے۔ ناچار ممّی نے جا کر الماری کھولی اور چھے روپے بیٹے کے حوالے کر دیے۔ جاوید میاں کے پیچھے ان کی ساری فوج شور مچاتی پچھلے لان پر چلی گئی۔

جب اسکول جانے کا وقت ہو گیا تو جاوید میاں پنجرہ اُنگلی سے لٹکائے ممی کے پاس آئے اور بولے، ''ممّی پلیز..... جب تک میں اسکول سے نہ آ جاؤں، اس کی حفاظت آپ کریں گی۔''

جاوید میاں اسکول سے لوٹے تو بستہ پھینک سیدھے پنجرے کی طرف بھاگے۔ جب وہ قریب آ گئے تو انھوں نے بڑی اُداسی سے دیکھا کہ پانی کٹوری میں جوں کا توں موجود ہے اور ترکاریاں، سبزیاں ساری ویسی کی ویسی رکھی ہیں۔ ان کا دل بجھ گیا۔ اُداس لہجے میں اُنھوں نے ممّی سے پوچھا، ''ممّی اس نے تو کچھ بھی نہیں کھایا۔ پانی بھی نہیں پیا۔ ایسے تو یہ مر جائے گا۔''

''بیٹا! وہ اپنوں سے بچھڑ کر آیا ہے نا۔ ابھی اس کا دل کھانے پینے کو نہ چاہتا ہوگا۔''

جاوید میاں کے ننھّے سے دماغ میں یہ بات نہ آئی کہ جب کسی کو کھانے پینے کے سارے سامان مہیا ہوں تو پھر یہ یاد واد اور بچھڑنے والوں کا خیال کیا چیز ہوتی ہے۔ اُنھوں نے ذرا ناگواری سے پنجرہ ہلا کر کہا، ''میاں مٹّھو، آخر تمھیں اور کیا چاہیے؟'' مٹّھو ایک کونے سے دوسرے کونے میں چلا گیا۔ ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

جاوید میاں کے ناشتہ کرنے تک ان کے سارے دوست بھی کھا پی کر آ موجود ہوئے اور سب نے پھر سے پنجرے کو گھیر لیا۔

''بولو تو میاں مٹّھو تمھارا نام کیا ہے؟'' فوزی نے مسکرا کر پوچھا لیکن مٹّھو نے کوئی جواب نہ دیا۔

پپو نے پنجرے کو ایک جھکولا دیا۔ ''ارے بھائی، اپنا نام تو بتاؤ۔'' .... مٹّھو پھر بھی خاموش ہی تھا۔

''یہ تو کچھ بولتا ہی نہیں،'' پنکی منہ بسور کر بولی۔ ''بھائی جان، یہ بولنا بھول تو نہیں گیا۔''

جاوید میاں ذرا اُلجھ کر بولے، ''ایسے کیسے نہیں بولے گا! اس کے اچھّوں کو بھی بولنا پڑے گا؟'' اور اُنھوں نے چلّا کر کہا، ''میاں مٹّھو، تمھارا نام کیا ہے؟'' مٹّھو سہم گیا اور پھٹ پھٹا کر ادھر سے ادھر جا بیٹھا۔ بولا پھر بھی نہیں۔

بھوک کی برداشت نہ انسان کو ہے نہ جانور کو۔ دوسری صبح جب جاوید میاں بھاگے بھاگے مٹّھو کے پاس پہنچے تو یہ دیکھ کر اُن کی خوشی کی حد نہ رہی کہ کٹوری میں پانی بھی کم تھا اور سبزی ترکاری بھی کتری ہوئی یہاں وہاں بکھری پڑی تھی۔ اور مٹّھو میاں صبح کی ٹھنڈی

ہوا سے مست ہو کر ٹیں ٹیں کر رہے تھے۔

"یہ ہوئی نا کوئی بات!" جاوید خوشی اور فخر سے چلّائے۔

دِن گزرے تو مٹھو بالکل جاوید میاں کا ہو کر رہ گیا۔ وہ اکثر ممی کو قائل کرنے کی کوشش کیا کرتے۔ "ممّی آپ تو کہتی تھیں نا کہ کسی پنچھی کو قید نہیں کرنا چاہیے۔ وہ اپنوں سے بچھڑ جاتا ہے تو دنیا اُسے اچھی نہیں لگتی۔ اب دیکھیے نا، یہ پنجرے میں رہتا ہے، مزے میں کھاتا پیتا ہے، باتیں کرتا ہے۔ کبھی اس کا دل چاہتا ہوگا کہ آزاد ہو جائے؟"

"میں تو تب مانوں گی کہ تم اس کے پنجرے کا دروازہ کھول دو اور وہ نہ اُڑے...."

تھوڑے دنوں بعد ممّی کو خالہ امّی نے بلوایا۔ اتوار کا دن تھا۔ سب کی چھٹّی تھی۔ سب جانے کو راضی تھے۔ ممّی نے دھیرے سے پوچھا، "اچھا سب ہی جا رہے ہیں تو یہ بتاؤ تمھارے مٹّھو کے پاس کون رہے گا؟"

"مٹّھو کے پاس؟" جاوید میاں حیرت سے بولے، "کیوں اس کی کون سی ضرورت ہے؟ ہم اس کے پنجرے میں کھانے پینے کا سارا سامان رکھ جائیں گے۔ بھوک لگے گی تو کھا لے گا، پیاس لگے گی تو پانی پی لے گا۔"

"وہ تو ہے بیٹا، لیکن بلّی وِلّی کا بھی ڈر رہتا ہے نا۔"

"تو ممّی ہم اُسے اندر والے کمرے میں رکھ دیں گے۔"

"نہ بیٹا... اندر کیسے رکھ سکتے ہیں؟ جب پورا گھر ہی بند کر کے جائیں گے تو پتا نہیں ہمارے پیچھے اس پر کیا بیتے؟"

دراصل ممی تو کچھ اور ہی سوچے بیٹھی تھیں۔ اس لیے نئی نئی باتیں نکال کر جاوید میاں کو مجبور کر رہی تھیں۔

"تو پھر ممی پنجرہ ہی ساتھ نہ لے لیں؟" جاوید میاں بے حد خوشی خوشی بولے۔

"ترکیب تو ٹھیک ہے ..... لیکن یہ بھی سوچ لو کہ اگر وہاں کسی نے شرارت میں پنجرے کا دروازہ کھول دیا تو کیا ہوگا؟

ایک ایک کر کے جب ان کی ہر ترکیب رد ہوتی گئی تو ممی نے آخری تجویز پیش کی، "بیٹے دن بھر کی تو بات ہے، تم خود ہی کیوں نہ اپنے مٹھو کے پاس رہ جاؤ۔"

"میں ..... میں اکیلا!؟" وہ ذرا گھبرائے۔

"کیوں اکیلے کیوں؟ مٹّھو جو رہے گا .... اور پھر ہم تمھارے دن بھر کے کھانے پینے کا پورا سامان تمھارے کمرے میں رکھ جائیں گے۔ بس اتنا ہوگا کہ دروازے بند رہیں گے۔"

مٹّھو سے جاوید میاں کو جو بے پناہ لگاؤ تھا، اس نے اُنھیں اس ایثار پر آمادہ کر ہی لیا۔

سب لوگوں کے جاتے ہی سب سے پہلے جاوید میاں نے ڈٹ کر مٹھائی کھائی، پیٹ بھرا تو سستی نے آ گھیرا۔ وہ ذرا لیٹ گئے تو آنکھ لگ گئی۔ جاگے تو سمجھے بہت وقت بیت گیا ہوگا لیکن صرف آدھ ہی گھنٹا گزرا تھا۔ بڑی بوریت ہو رہی تھی۔ سوچا، ذرا اپنے دوستوں کے ساتھ کرکٹ ہی کھیل آئیں .... مگر دروازے تو بند ہیں۔ کیرم بورڈ، سانپ سیڑھی کھیل کر تو بہت سا وقت گزارا جا سکتا ہے لیکن ان کھیلوں میں تو ساتھیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ پہلی بار اس بھیانک اکیلے پن کے احساس کے ساتھ انھوں نے مٹّھو کے پنجرے کی طرف دیکھا۔ تنہا مٹّھو پروں میں منہ ڈالے اونگھ رہا تھا۔

جاوید میاں نے کمرے کے ماحول پر ایک نظر ڈالی۔ ڈھیر ساری کھانے کی ایک سے ایک مزے دار چیزیں، پڑھنے کو کتابیں،

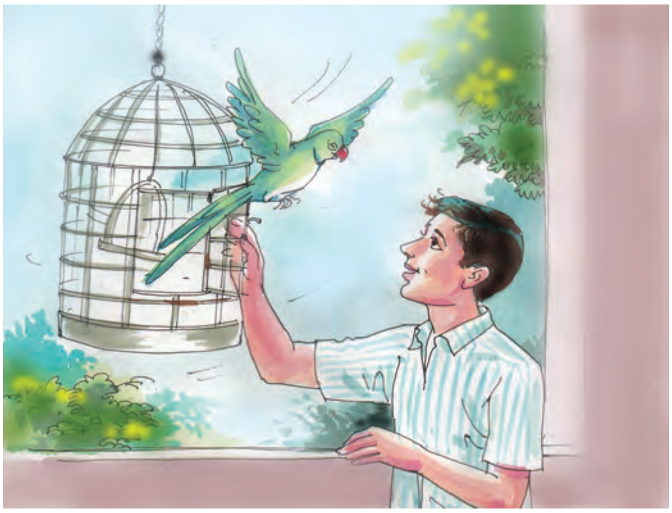

سننے کو گراموفون، .....کیا نہیں تھا؟ صرف دروازے ہی تو بند تھے.....

"پھر میرا دل کیوں نہیں لگتا؟"

جاوید میاں نے ایک بار چور نگاہوں سے پنجرے کی طرف دیکھا۔ مٹھو کے پاس بھی اُس کی ضرورت بھر کا سامان رکھا ہوا تھا۔ ان میں اور مٹھو میں کوئی بات ایک سی ضرور تھی۔ ایک بے کلی کا احساس تھا جو دل کو مسوسے جا رہا تھا۔ پھر اُن کا چھوٹا سا دل ایک دم اپنے پپّا، بھائیوں، بہنوں اور سب سے بڑھ کر اپنی ممّی کے لیے مچل اُٹھا اور انھوں نے کونے میں منہ چھپا کر رونا شروع کر دیا۔ روتے روتے پتا نہیں کب ان کی آنکھ پھر لگ گئی۔ جاگے تو دن ڈھل رہا تھا اور اُن کی بھوک چمک اُٹھی تھی۔ اُن کی نگاہ سامنے جا پڑی۔ تنہائی کا مارا طوطا بھی سر جھکائے مرچیں کتر کتر کر کھا رہا تھا۔ اُن کے رکے ہوئے آنسو تیزی سے اُبلنے لگے۔ وہ لپک کر اُٹھے اور انھوں نے پنجرے کا بند دروازہ ایک جھٹکے سے کھول دیا۔ طوطا کھڑکی کی راہ سیدھا باہر اُڑتا چلا گیا۔ خوشی اور سکون کا ایسا احساس اُنھیں زندگی میں کبھی نہ ملا تھا۔ اُسی احساس نے ان کے آنسوؤں کو ایک بار اور راہ دے دی۔ وہ پھپک پھپک کر رونے لگے۔

باہر کار کے رُکنے کی آواز آئی۔ پھر بند دروازے چرچرائے اور ایک ایک کر کے سب گھر میں داخل ہوئے۔ جاوید میاں برسوں کے بچھڑے ہوؤں کی طرح جا کر ایک دم ممی سے لپٹ گئے۔

خالی پنجرہ دیکھ کر سب سوالوں کی بوچھار کیے دے رہے تھے۔

"مٹّھو کہاں گیا؟"

"مٹّھو کیسے اُڑا؟"

"مٹّھو کو کون لے گیا؟"

.........لیکن صرف ممّی جانتی تھیں کہ مٹّھو کیسے اُڑا۔

معنی و اشارات

قیامت مچانا	شور و غل کرنا	دِل بجھنا	اُداس ہونا
پلّے نہ پڑنا	سمجھ میں نہ آنا	مہیا ہونا	موجود ہونا
ماجرا	واقعہ	منہ بسورنا	بری صورت بنانا
عیش کرنا	خوشی سے زندگی گزارنا	بے کلی	بے چینی
سروکار	نسبت، تعلق	بھوک چمک اُٹھنا	بہت بھوک لگنا
پگھلنے کا نام نہ لینا	نہ ماننا	آنسوؤں کو راہ ملنا	رونا

مشق

✍ ایک جملے میں جواب لکھیے :

١۔ کچن میں کون گُھس آئے؟

٢۔ جاوید میاں مٹھو کیوں خریدنا چاہتے تھے؟

٣۔ ممّی نے اُداس نگاہوں سے پنجرے کو کیوں دیکھا؟

٤۔ ممّی چھے روپے دینے پر کیوں مجبور ہوگئیں؟

٥۔ جاوید میاں نے رونا کیوں شروع کیا؟

٦۔ جاوید میاں کا دل کیوں بجھ گیا؟

٧۔ جاوید میاں اسکول سے لوٹے تو پنجرے میں کیا دیکھا؟

٨۔ ممّی نے مٹھو کے بھوکا رہنے کی کیا وجہ بتائی؟

٩۔ پپو نے مٹھو سے کیا پوچھا؟

١٠۔ اتوار کے دن سب لوگ کہاں جارہے تھے؟

✍ مختصر جواب لکھیے :

١۔ جاوید میاں مٹھو کے پاس پہنچ کر کیوں خوش ہوئے؟

٢۔ جاوید میاں اور مٹھو میں کون سی باتیں ایک جیسی تھیں؟

٣۔ جاوید میاں پھپک پھپک کر کیوں روئے؟

غور کرکے بتائیے

١۔ اس کہانی کا عنوان 'بند دروازے' کیوں رکھا گیا ہے۔

٢۔ جاوید میاں کو گھر پر کیوں اکیلا چھوڑا گیا؟

لفظوں کا کھیل

✍ دیے گئے الفاظ کے گروہ میں غیر متعلق لفظ پہچان کر اسے دائرے سے باہر لکھیے :

- گھر، مکان، بنگلہ، پنجرہ، دیوان خانہ
- کرسی، صوفہ، پلنگ، سیڑھی، دیوان
- طوطا، مرغا، کبوتر، بطخ، کوّا
- دودھ، دہی، گھی، مکھن، لڈو
- کیرم، تاش، لوڈو، شطرنج، کرکٹ

اضافی معلومات

✍ اس سبق میں 'یاد واد' اور 'بلّی ولّی' جیسے مرکب الفاظ آئے ہیں۔ ان میں پہلا لفظ تو معنی دیتا ہے لیکن دوسرے لفظ کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ایسے بے معنی الفاظ کو مہمل کہتے ہیں۔

سرگرمی/منصوبہ:

تلاش وجستجو

جال لے کر اُڑ جانے والے کبوتروں کی کہانی اپنے استاد/سرپرست کی مدد سے معلوم کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

آیئے، زبان سیکھیں

مرکب الفاظ

• ذیل کے الفاظ کو توجہ سے پڑھیے:

حاجت روا، مردم شماری، حق پرستی، خبر گیری، باضابطہ، وضع قطع، غم خوار، بے طلب، سبزہ زار، سحر انگیز، دندانے دار، کس بل، من گھڑت، خوش آواز، زمزمہ پرداز، اسپیس شٹل، صراطِ مستقیم۔

یہ سارے الفاظ آپ کی کتاب کے اسباق میں آئے ہیں۔ ان کی ایک خاص بناوٹ ہے یعنی یہ دو دو لفظوں سے مل کر بنے ہیں۔ ان میں وضع قطع/کس بل/اسپیس شٹل ایسے جوڑ ہیں جن میں دونوں الفاظ الگ الگ معنی رکھتے ہیں مگر دونوں کے ساتھ میں آنے سے ان کے معنی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً

وضع = بناوٹ + قطع = کاٹ – وضع قطع = دِکھاوا، ظاہری حُلیہ

کس = مضبوطی + بل = طاقت – کس بل = ہمت، طاقت

اسپیس = خلا + شٹل = ایک ہی راستے پر چلنے والی گاڑی – اسپیس شٹل = خلائی جہاز

یہ تینوں مثالیں **مرکب الفاظ** کی ہیں۔

دیگر مثالیں: بیل گاڑی، پن چکی، پوسٹ مین، رات دن، کتب خانہ، جگت گرو، پھول بن، بال واڑی، میڈیکل کیمپ، وغیرہ

• مہمل لفظوں سے بنے پانچ مرکب فقرے لکھیے۔

• پڑھے گئے اسباق اور نظموں میں مرکب الفاظ کی دو دو مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

ہائے مختفی

• ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے اور ان کی آخری آواز پر توجہ دیجیے:

بچہ، اندازہ، ہفتہ، شیشہ، پیالہ، سراسیمہ، ضابطہ، پردہ

آپ نے سنا کہ ان لفظوں کے آخر میں 'آ' کی آواز سنائی دیتی ہے لیکن انھیں لکھتے وقت آخر میں 'الف' نہیں لکھتے بلکہ 'ہ' لکھتے ہیں (اندازہ/پردہ)۔ دوسرے لفظوں کے آخر میں بھی 'ہ' لکھتے ہیں جس کی شکل ذرا الگ ہے (بچہ، ہفتہ)۔ ایسی 'ہ' کو '**ہائے مختفی**' کہتے ہیں (یعنی چھپی ہوئی ہ)۔

تلاش وجستجو

پڑھے گئے اسباق سے 'ہائے مختفی' کی دوسری چار مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

۲۵ پہلی ہندوستانی خلاباز خاتون

پہلی بات

ہمارے سابق صدر اے. پی. جے. عبدالکلام نے نیشنل ایروناٹکس اینڈ اسپیس ایڈمنسٹریشن (NASA) میں لگی ہوئی ایک تصویر دیکھی جس میں ٹیپو سلطان کی فوج کو انگریزوں سے جنگ کرتے ہوئے دِکھایا گیا ہے۔ اور پس منظر میں چند راکٹ پرواز کررہے ہیں۔ عبدالکلام کہتے ہیں، "بیسویں صدی میں ہندوستانی راکٹ کے ارتقا کو ٹیپو سلطان کے اٹھارہویں صدی کے خواب کی تعبیر کہا جاسکتا ہے۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جنگوں میں راکٹ کا استعمال اٹھارہویں صدی میں ٹیپو سلطان نے کیا۔

راکٹ میں بیٹھ کر خلا میں جانے والے کو کیا کہتے ہیں؟ ہندوستان کے کچھ خلابازوں کے نام بتائیے۔

اس سبق میں کلپنا چاولا کے خلاباز بننے کے واقعے کو بیان کیا گیا ہے جو ہندوستان کی پہلی خلاباز خاتون تھیں۔ سبق میں بتایا گیا ہے کہ انسان میں کچھ پانے کی خواہش، ہمت وحوصلہ اور مستقل مزاجی ہو تو وہ ضرور اپنی منزل کو پالیتا ہے۔

زمین اس کائنات کا ایک چھوٹا سا سیارہ ہے جس پر زندگی کی نشوونما کے سارے سامان موجود ہیں۔ سائنس نے انسانی زندگی کو بہتر بنانے اور اسے سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ نئی چیزوں کی کھوج اور طرح طرح کی ایجادات نے ہماری بہت سی مشکلات دور کردی ہیں اور زندگی گزارنے کو آسان بنادیا ہے۔

زمین کے بعد سائنس کی ترقّی نے آسمان کا رُخ کیا اور خلا میں پروازوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ زمین کے اوپر ساٹھ کلومیٹر تک ہوا موجود ہے لیکن تقریباً ساڑھے تین سو کلومیٹر کے بعد اس کی حد ختم ہوجاتی ہے۔ پھر دور دور تک خلا ہے جہاں نہ آواز ہے، نہ ہوا، نہ روشنی۔

روس نے ۱۹۵۷ء میں اپنا خلائی جہاز اسپوتنک اوّل خلا میں بھیج کر خلائی پرواز کی ابتدا کی۔ پھر لائیکا نامی کتیا خلا میں بھیجی۔ امریکہ نے بھی دو کتّے اور بندر خلا میں روانہ کیے۔ گویا یہ انسانوں کو خلا میں بھیجنے کی تیاری کی جارہی تھی۔ ۲۱/ جولائی ۱۹۶۹ء کو امریکہ کے 'اپولو-گیارہ' کے ذریعے بھیجے گئے نیل آرم اسٹرانگ نے پہلی مرتبہ چاند پر قدم رکھا۔ ان کے ساتھ دو خلاباز اور بھی تھے۔

خلائی تحقیقات کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ہمارا ملک بھی اس میں شامل ہے۔ حیدرآباد کے راکیش شرما پہلے ہندوستانی خلاباز ہیں۔ اُن کے خلا میں پہنچنے پر اس وقت کی وزیرِاعظم اندرا گاندھی نے ان سے رابطہ قائم کرکے پوچھا تھا کہ وہاں سے ہمارا ہندوستان کیسا نظر آرہا ہے؟ اس کے جواب میں راکیش شرما نے اقبالؔ کا یہ مشہور مصرع دہرایا تھا:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

ریاست ہریانہ کے شہر کرنال کی کلپنا چاولا کو پہلی ہندوستانی خلاباز خاتون ہونے کا فخر حاصل ہے۔ وہ یکم جولائی ۱۹۶۱ء کو ایک متوسط خاندان میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد بنواری لال چاولا ایک چھوٹے بیوپاری ہیں اور ماں ایک گھریلو خاتون۔ کلپنا ان کی چھوٹی بیٹی تھیں۔ عام سی دِکھائی دینے والی سانولی اور دُبلی پتلی کلپنا دُھن کی پکی اور ارادے کی مضبوط تھیں۔ انھیں بچپن ہی سے مطالعہ کا شوق تھا اور موسیقی سے دلچسپی تھی۔ انھیں اپنی سہیلیوں کے ساتھ باغ میں گھومنا بھی پسند تھا۔

کلپنا نے کرنال بال نکیتن اسکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۹۸۲ء میں پنجاب انجینئرنگ کالج چنڈی گڑھ سے ایرونا ٹک انجینئرنگ میں گریجویشن کیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہ امریکہ چلی گئیں۔ وہاں انھوں نے ٹیکساس یونیورسٹی سے ایرو اسپیس انجینئرنگ میں پوسٹ گریجویشن اور اسی مضمون میں کولوریڈو یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کی۔ کلپنا چاولا نے اپنے تربیت دینے والے شخص سے شادی کرکے امریکہ کی شہریت حاصل کر لی۔

۱۹۸۸ء میں کلپنا چاولا امریکہ کے خلائی تحقیقی مرکز 'ناسا' سے وابستہ ہوئیں۔ اس کے بعد کیلی فورنیا کی ایک کمپنی میں صدر اور تحقیقاتی سائنس داں کے طور پر کام کرنے کے لیے انھیں چُنا گیا۔ ان کے تحقیقی کاموں سے متاثّر ہوکر 'ناسا' نے انھیں خلائی سفر کے لیے منتخب کیا تھا۔ ۱۹۹۷ء میں پہلی بار امریکی خلائی ایجنسی 'ناسا' کے اسپیس شٹل کے ذریعے انھیں خلا میں جانے کا موقع ملا۔ انھوں نے زمین کے گرد دو سو باون چکر لگائے اور پینسٹھ لاکھ میل کا سفر کیا۔ اسی طرح انھوں نے خلا میں تین سو چھہتّر گھنٹے اور چونتیس منٹ گُزارے۔ دوسرے سفر کے دوران اس وقت کے وزیر اعظم اندر کمار گجرال نے کلپنا چاولا سے بات چیت کرتے ہوئے جب انھیں اقبالؔ کا یہ مصرع یاد دلایا ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

تو کلپنا چاولا نے کہا تھا، "ہاں میں نے بھی یہ سنا تھا لیکن آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔" کلپنا نے اس سفر کے متعلّق اپنے خیالات ان الفاظ میں بیان کیے تھے، "میں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں کس ملک اور کس نسل سے تعلّق رکھتی ہوں۔ خلائی تحقیقات انسانیت کی بھلائی کے لیے ہیں۔ میں نے خلا میں یہی عزم کیا تھا کہ مجھے اس کے لیے محنت کرنا ہے۔ اس سلسلے میں مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا، ضرور کروں گی۔"

کلپنا چاولا دوسری بار ۱۶؍ جنوری ۲۰۰۳ء کو امریکی خلائی شٹل 'کولمبیا' کے ذریعے خلا میں گئیں۔ ان کے ساتھ دیگر چھے خلاباز تھے جن میں ایک امریکی خاتون لاریل بھی تھیں۔ 'ناسا' کی جانب سے خلابازوں کو اس سفر میں کچھ چیزیں اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ کلپنا اپنے ساتھ وہ ٹی شرٹ لے گئی تھیں جو اُن کے اسکول یونی فارم کا حصہ تھا اور وہ قمیص بھی جس پر ان کے انجینئرنگ کالج کا مونوگرام تھا۔ ان کے پاس دو چھوٹے میڈل بھی تھے۔ خلا میں سولہ دن رُکنے اور اَسّی سے زیادہ تجربات کرنے کے بعد وہ زمین کی طرف لوٹ رہے تھے کہ ان کا شٹل تین ہزار چھے سو کلومیٹر کی بلندی پر آسمان میں ایک حادثے کا شکار ہو گیا۔ اس حادثے میں ساتوں خلابازوں کی موت واقع ہو گئی۔

کلپنا چاولا کو ان کی موت کے بعد 'ناسا' کی جانب سے اعزازات سے نوازا گیا۔ حکومتِ ہند اور ریاستی حکومتوں نے ان کی یاد میں کئی اہم کام انجام دیے؛ ان کی یاد میں طلبہ کے لیے وظائف جاری کیے گئے۔ ۱۲؍ستمبر ۲۰۰۲ء کو چھوڑے گئے بھارت کے مصنوعی سیارے کو 'کلپنا - ایک' کا نام دیا گیا۔ کلپنا چاولا کی یہ خواہش تھی کہ ہندوستانی لڑکیاں 'ناسا' کے ذریعے تربیت حاصل کریں۔ ان کی کوشش کے نتیجے میں ۱۹۹۶ء سے ہر سال بھارت کی دو لڑکیوں کو تربیت حاصل کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

اپنے اسکول کی تعلیم کے زمانے میں چاند ستاروں کے چارٹ بنانا اور ڈرائنگ کے پیریڈ میں جہازوں کی تصویریں بنانا کلپنا چاولا کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ کبھی جہازوں کو آسمان میں اُڑتا ہوا دیکھ کر وہ اپنی سائیکل تیز تیز دوڑاتی اور ان کا پیچھا کرنے کی کوشش کیا کرتی تھیں۔ انھوں نے آسمان کی سیر کا جو خواب دیکھا تھا، وہ پورا ہوا اور ان کا یہ قول سچ ثابت ہوا:

"میں خلائی مشن کے لیے بنی ہوں اور اسی کے لیے مَروں گی۔"

معنی و اشارات

متوسط	درمیانی درجے کا	ایرواسپیس	خلا کا وہ حصہ جو زمین کی فضا سے لگا ہوا ہے۔
ایروناٹکس	علم طیارہ سازی، ہوائی جہاز ڈیزائن کرنے، تیار کرنے اور بنانے کا علم	اسپیس شٹل	خلائی گاڑی
		مونوگرام	مخصوص نشان

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ زمین کے بعد سائنس کی ترقی نے کہاں کا رُخ کیا؟
۲۔ زمین کے اوپر کتنے کلومیٹر تک ہوا ہے؟
۳۔ روس نے خلائی پرواز کی ابتدا کس جہاز سے کی؟
۴۔ راکیش شرما نے خلا سے کیا جواب دیا؟
۵۔ کلپنا چاولا کو بچپن میں کون کون سے شوق تھے؟
۶۔ کلپنا چاولا کی ابتدائی تعلیم کہاں ہوئی؟
۷۔ کلپنا چاولا دوسری بار خلا میں کب گئیں؟
۸۔ خلابازوں کی موت کس طرح واقع ہوئی؟
۹۔ کلپنا چاولا کا کون سا قول سچ ثابت ہوا؟

مختصر جواب لکھیے:

۱۔ کلپنا چاولا کی پہلی خلائی پرواز کی تفصیل لکھیے۔
۲۔ موت کے بعد حکومتوں نے کلپنا کی یاد میں کون سے کام انجام دیے؟
۳۔ اسکول کی تعلیم کے زمانے میں کلپنا کے کیا مشغلے تھے؟
۴۔ کلپنا چاولا کس طرح ترقی کرتے ہوئے خلاباز بنیں؟

کلپنا چاولا نے ذیل کی تعلیم کہاں حاصل کی:

۱۔ ایروناٹک انجینئرنگ
۲۔ ایرواسپیس انجینئرنگ
۳۔ ڈاکٹریٹ

✍ دیے ہوئے الفاظ کے لیے سبق میں کون سے ہم معنی الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

تلاش مہارت بڑھوتری پکّا ارادہ انعام

✍ ذیل کے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

فخر مطالعہ کائنات رابطہ

غور کر کے بتائیے

خلائی سفر کے دوران کلپنا چاولا نے اپنے اسکول کی ٹی شرٹ اور انجینئرنگ کالج کی قمیص کیوں ساتھ رکھی تھی؟

✍ سائنس کی پانچ ایسی ایجادات کے نام لکھیے جن سے انسانی زندگی میں آسانیاں پیدا ہوئی ہیں۔

لفظوں کا کھیل

✍ دیے ہوئے مربع میں ذیل کے الفاظ تلاش کر کے ان کے اطراف چوکون بنائیے: جیسے 'ناسا'

کلپنا خلاباز لائیکا راکیش شٹل

اپولو زمین چاند اسپیس مشغلہ

م	ش	غ	ل	ہ	م	ل
ک	ٹ	چ	ا	ن	د	ا
خ	ل	ا	ب	ا	ز	ء
ا	ر	پ	ث	ح	م	ی
س	پ	ا	ن	د	ی	ک
پ	ڑ	و	ک	ا	ن	ا
ے	ع	ق	ل	ے	س	ج
س	ط	ص	ر	و	ش	ا

سرگرمی/منصوبہ:

۱۔ نظامِ شمسی کے سیّاروں کے نام لکھیے۔

۲۔ ہندوستان کے ذریعے خلا میں چھوڑے گئے کوئی تین مصنوعی سیّاروں کے نام لکھیے۔

۳۔ دنیا کے پانچ خلا بازوں کی تصویریں جمع کیجیے۔

۴۔ استاد/سرپرست سے معلوم کیجیے کہ ڈاکٹر اے. پی. جے. عبدالکلام کو میزائل مین کیوں کہتے ہیں؟

* خلا کی مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ دیکھیے:

http://www.space.com http://www.nasa.com

آئیے، زبان سیکھیں

یائے معروف/مجہول

ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے:

تقسیم، خلیفہ، ٹھیک، شبیہ، کاری گر، قیمت، زنجیر، گھڑی، آبی، طبیعت

ان لفظوں میں حرفِ علت 'ی' جس طرح ادا کیا جاتا ہے، ایسی 'ی' کی آواز کو 'یائے معروف' کہتے ہیں۔ لفظ کے آخر میں ہو تو یائے معروف کو 'گول ی' لکھا جاتا ہے (جیسے گھڑی اور آبی وغیرہ)

اب ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے:

ایک، پیٹ، لیکن، بیکار، ریت، زیور، ڈھلنے، گزرنے، کٹورے

ان لفظوں میں حرفِ علت 'ی' کو جس طرح ادا کیا جاتا ہے، ایسی 'ی' کی آواز کو یائے مجہول کہتے ہیں۔ لفظ کے آخر میں ہو تو یائے مجہول کو بڑی 'ے' لکھا جاتا ہے (جیسے گزرنے، کٹورے، وغیرہ)

- سبق 'گھڑی' سے یائے معروف اور یائے مجہول والے لفظوں کو ڈھونڈ کر لکھیے۔

اضافی معلومات

سوچیے بھلا!

- کھڑگ سنگھ کس کی چاہ میں آیا تھا؟
- بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو چاہ میں پھینکا۔

دونوں جملوں میں لفظ 'چاہ' کے معنی بتائیے۔

قدیم اُردو میں ایسے دو معنی والے لفظوں کے کھیلوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ کھیل کے ایسے لفظوں کو 'دو سخنہ' کہتے ہیں۔ اس کھیل میں دو سوال ایسے دیے جاتے جن کا جواب ایک لفظ میں ہوتا مگر اس کے معنی الگ الگ ہوتے۔ مثلاً

سوالات	جواب
۱۔ گوشت کیوں نہ کھایا؟ ڈوم کیوں نہ گایا؟	گلا نہ تھا۔
۲۔ سموسہ کیوں نہ کھایا؟ جوتا کیوں نہ پہنا؟	تلا نہ تھا۔
۳۔ ڈومنی کیوں نہ ناچی؟ رانی کیوں نہ سوئی؟	محل نہ تھا۔

درج بالا جوابات میں لفظ 'گلا' کے دو معنی گلنا اور 'گلا' کے ہیں۔ 'تلا' کے معنی 'تلا ہوا' اور 'جوتے کا تلا' کے ہیں۔ اسی طرح 'محل' کے معنی 'موقع' اور 'بادشاہ کا گھر' کے ہیں۔

- آپ لغت سے ایسے دو معنی والے الفاظ تلاش کیجیے۔

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ - ۴۱۱۰۰۴

बालभारती इयत्ता ६ वी (उर्दु)

₹ 46.00